صحابہ کرامؓ کا ادبی ذوق اور تنقیدی بصیرت

ڈاکٹر محمد سرور عالم ندوی

لاتدع العرب الشعر حتی تدع الإبل الجنین(۱) ''عربوں کی شعر سے کنارہ کشی اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اونٹنیوں کا اپنے بچوں سے ترک تعلق۔''

زبانِ نبوت سے نکلے ہوئے ان الفاظ کا اطلاق صحرائے عرب کے ان بادیہ نشینوں پر ہی نہیں ہوتا جن کی عادات اور مزاج میں سنگلاخ و بے آب وگیاہ وادیوں کی سختی ودرشتی کا عنصر شامل تھا، بلکہ اس کے مصداق وہ نفوس قدسیہ بھی ہیں، جو آغوش نبوت کے پروردہ اور بارگاہ رسالت کے تربیت یافتہ تھے، جنہیں حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی کا شرف حاصل تھا۔

ادبی اور فنی کمال محض تلذذِ ذہن وخیال کا سامان بھی ہوسکتا ہے اور اصلاحِ فکر وحال اور درستگیٔ معاشرہ وماحول کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، زمانہ جاہلیت کا شعر وادب صرف ولولہ انگیزی، جذبات نگاری اور منظر کشی کی حدود ہی میں گردش کرتا رہا اور کبھی معاشرے کی اصلاح وتربیت کا جذبہ کارفرما نہیں ہوا، جس کے نتیجے میں فن برائے فن کا عمل تو وجود میں آیا، مگر فن برائے زندگی نہ بن سکا، اس کی طرف سب سے پہلے محسن انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ فرمائی اور اصلاحِ سخن کو کارِ نبوت کا فریضہ قرار دیتے ہوئے ادب کا ایک صالح اور پاکیزہ مقصد پیش فرمایا، ارشاد ہے:

إن من البیان سحرا ،أو، إن من الشعر حکما(۲) ...... ''بے شک بعض کلام سحر انگیز ہوتے ہیں، بعض اشعار حکمت ومعانی کا خزینہ۔''

کبھی فرمایا:

إنما الشعر کلام مؤلف فما وافق الحق منہ فھو حسن، ومالم یوافق الحق منہ فلا خیر فیہ(۳) ...... ''بے شک شعر بھی ایک مرتب کلام ہے، پس جو حق کے موافق ہو، وہ تو خوب ہے اور

جو حق کے مخالف ہو، اس میں کوئی خیر نہیں۔"

کسی موقع پر ارشاد فرمایا:

إنما الشعر كلام، فمن الكلام خبيث و طيب(٤) ......"بے شک شعر بھی کلام کی ایک قسم ہے اور کلام اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی۔"

ان اقوال کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادب کی جہت متعین فرمادی، بے ہودہ اور لایعنی کلام کی نکیر اور پاکیزہ اور بامقصد کلام کی تحسین فرمائی اور اسے تائید الٰہی کا ذریعہ قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

قل و روح القدس معك (٥)......"اے حسان، شعر کہو، روح القدس (جبریل امین) تمہارے ساتھ ہیں۔"

اسی طرح ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

أنزلوا الناس منازلهم(٦)......"لوگوں کو ان کے مرتبہ کے مطابق حیثیت دو۔"

حیثیت دینے میں مقام و مرتبہ کے ساتھ زبان و بیان اور لب ولہجہ بھی شامل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنا أُمِرنا معشر الأنبياء بأن نكلّم الناس على مقادير عقولهم(٧) ......"ہم جماعت انبیاء کو حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں۔"

ان ارشادات کے ذریعے ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کو یہ باور کرایا کہ کلام و گفتگو میں مخاطب کی ذہنی سطح اور معیارِ علم وفہم کی رعایت ضروری ہے، اگر اسے ملحوظ نہ رکھا گیا تو پھر کلام کا خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا اور کلام کسی دیوانے کی بڑ اور شاخِ آہو پر آشیانے کی مثال بن کر رہ جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آپ کے پیروکاروں کو کلام کی نوعیت، اس کی جہت اور موقع ومحل کے اعتبار سے اسلوب وانداز بیان کے انتخاب اور فکر وخیال کو اصل مقام دینے کی طرف رہنمائی فرماتی ہیں، کیوں کہ ادب صرف پُرشکوہ الفاظ کا قلعہ تعمیر کردینے کا نام نہیں بلکہ مخاطب کی ذہنی سطح اور معیار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کلام کو زیادہ سے زیادہ سودمند بنانے کا نام ہے، جس سے رجحانات متاثر ہوتے ہیں، دائرۂ فکر وخیال میں تبدیلی آتی ہے اور پھر وہی رجحانات دنیا میں انقلاب برپا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔

یہی وہ پاکیزہ فکر اور عظیم نکتہ تھا جس کو دامن نبوت سے وابستہ اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے اپنے ذہن ودماغ میں بسالیا تھا اور اسی فکر کو عام کرنے میں لگے ہوئے تھے، یعنی قائل کے بجائے قول کی اہمیت کا فلسفہ ہمیشہ ان کے پیش نظر رہا، ان کی کوشش یہ رہی کہ ایسا ادب وجود میں آئے جو قاری کی صحیح رہنمائی کرسکے۔ ظاہر ہے یہ عظیم مقصد زبان وادب کے رطب ویابس کو جمع کرلینے یا نقل اتارلینے سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے لئے تنقید کا عمل ضروری تھا، تاکہ کلام کے حسن وقبح اور خوبی وخامی کو اجاگر کرکے سماج کو صحیح رُخ پر ڈالا جاسکے۔

حضرات صحابہ کرامؓ نے زبان وادب میں اپنی بے مثال صلاحیت ومہارت اور درسگاہِ نبویؐ سے مکمل استفادے کا عملی ثبوت پیش کیا ہے، ان کے ذوق نقد ونظر نے سب سے پہلے فن ادب کی سب سے اہم اور عربوں کی محبوب ترین اور مؤثر صنف شاعری کو اپنا مرکز توجہ بنایا ہے اور اس سے اپنے شغف اور دلچسپی اور موقف کو ظاہر کر کے اس کی اچھائی اور برائی کو واضح کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مثال پیش کی جاتی ہے، ان کے سلسلے میں موسیٰ بن طلحہ کہتے ہیں:

ما رأيت أحداً أفصح من عائشة(٨)...... ''میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو فصیح اللسان نہیں دیکھا۔''

اور ہشام بن عروہ کی روایت ہے:

ما رأيت أحدًا من الناس أعلم القران ولا بفريضة ولا بحلال وحرام ولا بشعر ولا بحديث العرب ولا النسب من عائشة(٩) ...... ''میں نے لوگوں میں کسی کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر قرآن، میراث، حلال وحرام، شعر، واقعات عرب اور نسب کا واقف کار نہیں دیکھا۔''

زبان وادب پر ان کی گرفت کا غماز صحیح بخاری میں اُم زرع کا قصہ ہے، جسے ادبِ عالیہ کا اعلیٰ نمونہ قرار دیا جاسکتا ہے، شعر کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ ہے:

الشعر منه حسن ومنه قبيح، خذ بالحسن ودع القبائح(١٠) ...... ''شعر اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اچھے کو قبول کرلو اور برے کو رد کردو۔''

علامہ ابن عبدالبر نے ''الاستیعاب'' میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ عرب میں شعر وسخن کے جوہری تھے، ان کے شعری وادبی ذوق کا اندازہ اس واقعے سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے اپنے عہد شباب کے ایام یاد فرما رہے تھے، اسی ضمن میں ''قیس بن ساعدہ'' کا تذکرہ بھی آگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوق عکاظ میں اس کے بیان کردہ کلام کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا کہ مجھے وہ یاد نہیں ہے، اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یاد ہے اور اس کی پوری تقریر اور اشعار بیان کردیئے۔(۱۱)

مسند امام احمد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مردی تمثیل کا وہ شعر منقول ہے، جسے وہ اکثر پڑھا کرتے تھے:

إذا أردت شريف الناس كلهم   فانظر إلى ملك في ذيّ مسكين(١٢)

''اگر تم لوگوں میں سب سے شریف شخص کو دیکھنا چاہو تو اس بادشاہ کو دیکھو جو فقیر کی گدڑی میں ہو۔''

ہجرت مدینہ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بخار میں مبتلا ہوگئے، جب بخار چڑھتا تو یہ شعر پڑھتے:

كـــل امــــرئ مـــصبـــح فـــي أهـــلـــــه والـــمـــوت أدنـــىٰ مـــن شـــراك نـعـلـــه (۱۳)

''ہر شخص اپنے اہل وعیال میں مست ہے حالانکہ موت اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اسی طرح امام جرجانی (دلائل الاعجاز صفحہ ۱۷) نے زبیر بن بکار کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ایک شعر کے سلسلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحیح شعر پڑھا تھا۔ یہ روایتیں ان کے حسن ذوق کا واضح ثبوت ہیں، امام قیروانی (العمدہ، جلد اول صفحہ ۱۹) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پندرہ اشعار نقل کئے ہیں، مگر ان کا یہ بیان معیار نقد ونظر پر پورا نہیں اترتا، ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ان اشعار کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت غلط ہے اور طبری نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے حوالہ سے لکھا ہے:

مـا قال أبوبكر شعراً قط، ولكنكم تكذبون عليه ...... ''ابوبکر نے کبھی شعر نہیں کہا۔ تم لوگ غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ابن رشیق نے وقت کا سب سے بڑا نقاد قرار دیا ہے: وكـان مـن أنـقـد أهـل زمانه للشعر و انقد هـم فيه معرفة. . . اور جاحظ نے ان کے بارے میں عالیشی کا یہ قول نقل کیا ہے:

كـان عـمـر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه أعلم الناس بالشعر (۱۵)...... ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ شعر کے سلسلے میں لوگوں میں سب سے زیادہ باخبر تھے۔''

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی زید بن خطاب کی شہادت پر ''متمم بن نویرہ'' سے وہ اشعار سنانے کی فرمائش کی، جو اس نے اپنے بھائی مالک کے قتل کے بعد کہے تھے، اشعار سننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر مجھے بھی شاعری آتی تو میں بھی ویسا ہی مرثیہ کہتا، جیسا تم نے اپنے بھائی کے لئے کہا ہے۔'' اس پر متمم نے کہا: ''امیر المومنین! اگر میرے بھائی کی موت آپ کے بھائی کی شہادت جیسی ہوتی تو میں کبھی ایسے اشعار نہ کہتا''۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میرے بھائی کی شہادت کے بعد متمم بن نویرہ کی طرح کسی نے میری تعزیت نہیں کی۔'' (۱۶)

شعر کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بالکل جداگانہ تھا، فرماتے تھے:

الشعر علم قوم لم يكن لهم علم أعلم منه (۱۷)...... ''شعر قوم کا ایسا علم ہے جس سے بڑھ کر کوئی علم نہیں۔''

انہوں نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا:

مُـر مـن قبـلك بتـعـلّـم الشعـر فـإنـــه يـدلّ عـلـى معالى الأخلاق وصواب الرأي ومعرفة الأنساب (۱۸) ...... ''اپنے ماتحتوں کو شعر سیکھنے کا حکم دو، اس لئے کہ یہ اخلاق کی بلندی، رائے کی درستگی اور علم الانساب کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔''

ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

یا بُنـيّ ! انسب نفسك، تصل رحمك ، واحفظ محاسن الشعر بحسن أدبك ، فإن من لم يعرف نسبه لم يصل رحمه، ومن لم يحفظ محاسن الشعر لم يؤدّحقاً ولم يحسن أدباً(١٩) ...... ''بیٹے! اپنا نسب یادرکھوتا کہ صلہ رحمی کرسکواوراچھے اشعار یاد کروتا کہ ادبی ذوق نکھر سکے، جو اپنا نسب نہیں جانتا، وہ صلہ رحمی نہیں کرسکتا اور جو اچھے اشعار یادنہیں کرتا، اس کا ذوق ادب نہیں نکھرتا۔''

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کلام میں فصاحت و بلاغت اور الفاظ کے انتخاب میں موزونیت کو اولیت حاصل تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں شاس بن نہار کے اس شعر کے ذریعے کتنی لطیف مثال پیش کی ہے:

فإن كنت مأكولاً فكن أنت أعلىٰ　　وإلا فادركني ولمّا امزّق(٢٠)

یعنی ''اگر میں کسی کی خوراک بنوں تو تم ہی مجھے اپنی خوراک بنالو، ورنہ میرے پاس پہنچ جاؤ قبل اس کے کہ میرے پرخچے اڑجائیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عربی ادب کے مشہور مؤرخ احمد حسن زیات نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عربوں کا سب سے بڑا فصیح اللسان اور انشاء پردازی کا امام کہا ہے۔(۲۱) عقاد نے ان کے طرز بیان کو منفرد قرار دیا ہے اور ضرب الامثال اور تعبیرات کے استعمال پر ان کی قدرت کا ذکر کیا ہے۔(۲۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی شعر گوئی کا بہترین ملکہ رکھتے تھے، یوں تو ان کی طرف بہت سے اشعار منسوب ہیں جو اربابِ نقد ونظر کی میزانِ تحقیق میں بحث ونظر کا موضوع رہے ہیں، لیکن اس سے صرفِ نظر، آپ کے بعض اشعار احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں، مثلاً: معرکہ خیبر میں آپ کا رجزیہ شعر:

أنا الذي سمّتني أُمي حيدرة　　كليثِ غاباتٍ كريه النظرة(٢٣)

یعنی ''میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے، میں خوفناک گھنے جنگل کے شیر کی طرح ہوں۔''

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے تھے:

لكل اجتماع من خليلين فرقة　　وكل الذي دون الفراق قليل

وإن افتقادي واحداً بعد واحدٍ　　دليل على أن لايدوم خليل(٢٤)

''ہر دو دوستوں کے لئے وصال کے بعد جدائی لازم ہے، جدا نہ ہونے والے بہت کم لوگ ہوتے ہیں، ایک کے بعد ایک مجھ سے جدا ہو رہا ہے، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی دوست کو دوام نہیں''۔

شعر کے سلسلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: الشعر ميزان الكلام(٢٥)...... شعر ہی معیار و میزان کلام ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زبان وادب کے بڑے رمز شناس اور دقیقہ رس تھے۔ شعر کے سلسلے میں کہا کرتے تھے:

يجب على الرجل تأديب ولده، والشعر أعلىٰ مراتب الأدب (٢٦) ...... ''انسان پر اپنی اولاد کو ادب سکھانا واجب ہے اور شعر، ادب کے اعلیٰ مراتب میں سے ہے۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر اپنے لڑکے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

يا بُنيّ أروالشعر وتخلّق به (٢٧)...... ''بیٹے شعر بیان کرو اور اس کے ذریعے اپنے کو محبوب بناؤ۔''

حضرت سعید بن میبت رضی اللہ عنہ سے عراق کے کچھ لوگوں کی شعر سے نفرت اور بے رغبتی کی شکایت کی گئی تو آپ نے فرمایا: نسکوا منسکا عجميا (٢٨)...... ''وہ لوگ عجمی زہاد بن چکے ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت حسان بعض صحابہ کرامؓ کو اشعار سنا رہے تھے اور وہ حضرات قدرے بے توجہی سے سن رہے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا تو انہوں نے ان کی نکیر کی اور فرمایا: ''ابن الفریعہ کے اشعار سے اس قدر بے توجہی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں غایت درجہ اہتمام اور توجہ سے سنا کرتے تھے۔''

جن صحابہ کرام کا اوپر ذکر ہوا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے اصحاب کے نام ملتے ہیں، جن کے شعر وسخن سے متعلق بیانات، مختلف اصنافِ ادب سے ان کی انتہائی دلچسپی، وارفتگی اور دقیقہ رسی کے غماز ہیں۔ صحابہ کرام کا ذوقِ شعر وسخن صرف الفاظ کے استعمال اور ان کے دروبست کے حدود میں سمٹ کر نہیں رہ گیا تھا بلکہ وہ فکر وخیال کی عظمت اور معانی کی پاکیزگی وطہارت کو اصل معیار قرار دیتے تھے، وہ اصلاً اسی زاویۂ نگاہ کی بنیاد پر مختلف شعراء کو ایک دوسرے پر سند فضیلت بھی دیا کرتے تھے، جو ان کی غیر معمولی وسعت نظر اور تنقیدی صلاحیت کا اعلیٰ ثبوت ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی سب سے زیادہ نمایاں ہے، انہوں نے عہدِ جاہلی کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کو ''أشعر الشعراء'' کا خطاب عطا کیا، ایک مرتبہ انہوں نے حاضرین مجلس سے فرمایا: ''سب سے بڑے شاعر کے اشعار مجھے سناؤ، سوال کیا گیا، وہ کون ہے؟ فرمایا: زہیر'' (٣٠) ابوالفرج اصفہانی نے ''کتاب الاغانی'' میں نابغہ الذبیانی کے تذکرے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اسے ''أشعر العرب'' قرار دیا ہے، ان کا یہ بیان ابن قتیبہ نے بھی اپنی کتاب ''الشعر والشعراء'' میں نقل کیا ہے، مشہور ادیب اور مؤرخ استاذ بیوم السباعی نے مذکورہ دونوں اقوال میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے، لکھتے ہیں: ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ بنوغطفان کے ایک وفد کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا شاعر کون ہے؟ ان لوگوں نے کہا: ''نابغہ'' تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تمہارا سب سے بڑا شاعر ہے (یعنی قبیلۂ بنوغطفان کا سب سے بڑا شاعر) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاعروں کے امام کے اشعار سناؤ، میں نے عرض کیا: وہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: زہیر، یعنی أشعر شعراء العرب۔ (٣١)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ، ابوذؤیب ہذلی کو اس کے تمام معاصرین پر فضیلت دیتے تھے، انہوں نے کہا:

أشعر الناس حيًّا هذيل...... ''زندہ لوگوں میں ہذیل سب سے بڑا شاعر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حطیئہ کو أشعر الشعراء کہا ہے۔(۳۴)

یہ سندِ فضیلت کسی نسبی تعلق یا غرض ومنفعت کی بنیاد پر نہیں ہوتی تھی، بلکہ اشعار کے حسن وحلاوت، فکر وخیال کی بلندی ونزاکت، معانی کی پاکیزگی ولطافت اور الفاظ کی شیرینی وسلاست کی بنیاد پر متعین کی جاتی تھی، جس میں ان کی جودتِ طبع، وسعت نظر، فکری بلندی، تنقیدی شعور اور ستھرے ذوق کا سب سے زیادہ دخل ہوتا، یہ حضرات قوم وملت کی اصلاح کے خواہاں اور انہیں راہ راست پر لانے کے دلدادہ تھے، ان کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ سماج اور معاشرہ فکر وخیال کی پستی اور اظہارِ بیان کی گندگی سے پاک ہو، اس کے لئے وہ ضروری خیال کرتے تھے کہ کلام میں ژولیدگی اور ثقل و پیچیدگی نہ ہو بلکہ صاف ستھرا انداز اختیار کیا جائے، اسی طرح کارآمد اور وقیع ومستحکم ادب کی تشکیل ہو سکے، جس میں الفاظ کی تمام تر رعنائی ودل فریبی بھی ہو اور معانی وخیال کی دل آویزی بھی، یہی وہ نکتہ ہے، جس کو اربابِ نقد ونظر نے ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھا اور ان کی اصلاحی کوششیں دونوں پہلوؤں سے تھیں، ان کے میزانِ تنقید وتجزیہ میں دونوں برابر رہے، ان کی نظر میں جتنی اہمیت معانی کی تھی، اس سے کم اہمیت الفاظ وتراکیب کی نہ تھی، اس کا ثبوت ان کے وہ تنقیدی بیانات ہیں، جن میں الفاظ ومعانی دونوں کو معرض بحث بنایا گیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا تنقیدی شعور کس قدر بیدار اور حساس تھا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نزول قرآن کے بعد شعر کو قابل اعتناء نہ سمجھتے تھے اور اسی بنیاد پر ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا تھا:

یا رسول اللہ أ شعر و قرآن؟ ...... ''اے اللہ کے رسول! قرآن کے ہوتے ہوئے شعر کی کیا ضرورت ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: هذا مرّة هذا مرة یعنی ''کبھی یہ اور کبھی یہ''۔

انہوں نے نابغہ ذبیانی کے کلام کا جو تجزیاتی مطالعہ پیش کیا، وہ خالصتاً لغوی اور ادبی تجزیہ تھا، نابغہ کی شاعری پر کلام کرتے ہوئے فرمایا:

هو أحسنهم شعراً و أعذبهم بحراً و أبعدهم قعراً (۳۵) ...... ''وہ شعر کے اعتبار سے سب سے زیادہ عمدہ، بحر کے اعتبار سے سب سے زیادہ رواں اور ثقل واغلاق سے پاک ہے۔''

لبید بن ربیعہ کا شعر ہے:

ألا كل شيءٍ ما خلا الله باطل   وكل نعيم لا محالة زائل

''خبردار اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل ہے اور ہر نعمت کو لامحالہ فنا ہونا ہے۔''

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کلام فرمایا، اس میں معنوی تنقید کا عنصر غالب ہے، انہوں نے پہلے مصرع کی

تعریف کی، لیکن دوسرے مصرع پر ارشاد فرمایا: کذبتَ، عندالله نعم لاتزول(٣٦)...... "تمہاری یہ بات صحیح نہیں، اللہ کے پاس بہت سی ایسی نعمتیں جو زائل نہ ہوں گی۔"

یہ ارشاد صرف اس لئے تھا کہ رب العالمین کی الوہیت و ربوبیت اور اس کی قدرت کاملہ پر آنچ نہ آئے، اسے ان نفوس قدسیہ کا پاکیزہ ضمیر کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا، اس کی سب سے عمدہ مثال علامہ سیوطیؒ کی وہ روایت ہے جس سے حالت نزع میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تنقیدی بصیرت کے ساتھ قوتِ ایمانی، عشق نبوی اور فکر کی اصلاح و درستگی کا اظہار ہوتا ہے، روایت ہے کہ حالت نزع میں ان کی محبوب بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سرہانے بیٹھی یہ شعر پڑھ رہی تھیں:

من لایزال دمعه مقنعًا　　　　فإنه في مرة مدفوق

"صبر و تحمل کی وجہ سے جس شخص کے آنسو اب تک رکے ہوئے ہیں، وہ اب یکبارگی بہہ پڑیں گے"۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو:

﴿وجآء ت سكرة الموت بالحق ذلك ما كنت منه تحيد﴾(ق: ١٩)...... "موت کی بے ہوشی کا ٹھیک وقت آ گیا اور یہ وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔"

اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا شعر پڑھا:

وابيض يُستقى الغمام بوجهه　　　　ثمال اليتامىٰ عصمة للأرامل

"ایسا گورا چٹا جس کے چہرے سے بادل بھی پانی طلب کرے، یتیموں کا ماویٰ اور بیواؤں کا ملجا ہے۔"

اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: بیٹی! یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تھی۔(٣٧)

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زہیر بن ابی سلمیٰ کو سند فضیلت ہی عطا نہیں کی، بلکہ اس کی وجہ امتیاز بھی بتائی، انہوں نے فرمایا:

أنه لايعاظل بين القول ولايتبع حوشى الكلام و لايمدح الرجل إلابما هوفيه(٣٨)...... "وہ قول میں پیچیدگی اختیار نہیں کرتا تھا، نامانوس الفاظ استعمال نہیں کرتا تھا اور لوگوں کی بے جا تعریفیں نہیں کرتا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ تنقیدی بیان اپنے اندر لغوی معنوی اور ادبی تمام پہلوؤں کو سمیٹے ہوئے ہے۔

عہد جاہلی کے مشہور شاعر "امرؤالقیس" جسے وہ "شاعر العرب" (٣٩) کہا کرتے تھے۔ اس کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

امرؤ القيس سابقهم خسف لهم عين الشعر فافتقرعن معان عور أصح بصر(٤٠)...... "امرؤالقیس شعراء میں سب سے آگے ہے، جس نے شعر کے چشمے سے پانی نکالا، اسی

نے نامانوس ومتروک مضامین کو نیا کر دیا۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی شاعر "امرؤالقیس" کو أشعر الشعراء قرار دے کر اس کے کلام کا تجزیہ اس طرح فرمایا:

رأیتہ أحسنھم نادرۃ وأسبقھم بادرۃ وإنہ لم یقل لرغبۃ ولا رھبۃ (٤١)...... "میں نے اس کو ندرتِ الفاظ میں سب سے بہتر اور جدتِ خیال میں سب سے فائق دیکھا، اس نے کبھی بھی خوف اور حرص کے لئے شعر نہیں کہا۔"

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا شعر ہے:

نصل السیوف إذا قصرن بخطونا یوماً ونلحقھا إذا لم تلحق

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے شعر سن کر فرمایا:

أشجع بیت وصف بہ رجل قومہ (٤٢) ...... "نہایت جرات مندانہ شعر ہے جس کے ذریعے شاعر نے اپنی قوم کی صفت بیان کی ہے۔"

عہدِ جاہلی کے بڑے شاعر ابو کبیر ہذلی نے اپنے سوتیلے بھائی "تابط شرا" کی تعریف میں چند اشعار کہے تھے، ان میں سے دو اشعار یہ ہیں:

ومبرّء من کل غبّر حیضۃ وفساد مرضعۃ وداء مغیل

وإذا نظرت إلی أسرّۃ وجھہ برقت کبرق العارض التھلّل

"وہ اپنی ماں کے تمام نسوانی عوارض سے اور دودھ پلانے والی دایہ کی تمام بیماریوں سے پاک ہے"۔

"اور جب تم اس کے چہرے کی لکیروں کو دیکھو تو برستے بادل کی چمکتی ہوئی بجلیوں کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئیں گی۔"

یہ اشعار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھ کر عرض کیا: یارسول اللہ! ان کے زیادہ مستحق تو آپ تھے، اس پر آپ مسکرانے لگے۔ (۴۳)

یہ جملہ روایتیں حضرت صحابہ کرام کی شعر و سخن سے متعلق رائے اور اس پر عمدہ تبصرہ کی اعلیٰ مثالیں ہیں۔

اسی طرح حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے اشعار پر جو لغوی اور ادبی تنقید کی ہے، وہ فنِ تنقید کا اعلیٰ نمونہ ہے، باوجود یہ کہ یہ بیان دونوں کے دائرۂ اسلام میں داخل ہونے سے قبل کا ہے، مگر اس سے حضرت خنساء کی تنقیدی صلاحیت کا ثبوت ضرور فراہم ہوتا ہے۔

...............جاری ہے...............